دینی مدارس کا مقدمہ

مدیر کے قلم سے

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب نے گزشتہ کئی سالوں سے دینی مدارس سے متعلق جو مضامین لکھے ہیں، انہیں ''دینی مدارس کا مقدمہ'' کے نام سے کتابی صورت میں مرتب کر دیا گیا ہے...... یہ کتاب، مدارس سے متعلق عام مضامین کا مجموعہ نہیں، بلکہ گزشتہ کئی سالوں میں دینی مدارس کے دفاع اور تعارف کے لئے علمائے حق کی طرف سے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر کی جانے والی کوششوں اور مساعی کی ایک مستند دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے، جامعہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ ''یہ کتاب ہر مدرسہ میں پہنچنی چاہئے، مدارس کے ذمہ دار حضرات اور مدرسین صاحبان اسے غور سے پڑھیں تا کہ وہ بوقت ضرورت تسلی بخش جواب دے سکیں...... '' اس کتاب کے لئے احقر نے جو مقدمہ لکھا ہے، اس بار وہ نذر قارئین ہے......................................(مدیر)

ماہنامہ وفاق المدارس کے گزشتہ دس سالہ شماروں میں دینی مدارس کے حوالے سے مختلف مضامین لکھے جاتے رہے ہیں، صدر وفاق المدارس شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب مدظلہم کے مضامین ''صدائے وفاق'' کے عنوان سے چھپتے رہتے ہیں، ان مضامین کو احقر نے کتابی شکل میں مرتب کر کے ''صدائے وفاق'' کے نام سے شائع کیا، اس کے ایک سے زائد ایڈیشن نکل چکے ہیں، اب اس کا نیا ایڈیشن مزید اضافوں کے ساتھ عن قریب آرہا ہے، ماہنامہ وفاق میں یہ ناکارہ بھی وقتاً فوقتاً لکھتا رہا ہے، میری تحریروں کا مجموعہ بھی ''داستان کہتے کہتے'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔

ناظم اعلیٰ وفاق حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب کے مضامین تسلسل کے ساتھ ماہنامہ وفاق کی زینت بنتے رہتے ہیں اور ضرورت تھی کہ یہ مضامین بھی کتابی صورت میں محفوظ ہوں...... کتابی ذوق اور ماہنامہ وفاق المدارس کی

ادارت کی بناء پر حضرت قاری صاحب مدظلہ کی خواہش تھی کہ میں ان مضامین کو مرتب کر کے کتابی صورت میں لے آؤں، ان مضامین پر جب نظر ڈالی گئی تو ایک کتاب کے اندر ان سب کو سمونا کافی مشکل لگا، اس لئے زیر نظر کتاب...... ''دینی مدارس کا مقدمہ''...... میں صرف وہ مضامین شامل کئے گئے ہیں جو دینی مدارس اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے ہیں، زندگی کی دوسری جہتوں سے متعلق مضامین کو ایک الگ مجموعہ میں شائع کرنے کا ارادہ ہے۔

مولانا جالندھری صاحب کو اللہ جل شانہ نے دینی مدارس کے سب سے بڑے تعلیمی بورڈ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی نمائندگی اور ترجمانی کا موقع دیا ہے اور وہ گزشتہ تیرہ سال سے اس کے جنرل سیکریٹری اور ناظم اعلیٰ ہیں، اس پلیٹ فارم سے انہوں نے مختلف محاذوں پر دینی مدارس کا مقدمہ جس طرح لڑا، مدارس کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈہ کی مسموم فضا میں جس طرح دفاع کیا، گلی کوچوں سے لے کر اقتدار کے ایوانوں تک اور منبر و محراب سے لے کر طباعتی اور برقی فورموں تک مدارس کے نظام تعلیم و تربیت کی افادیت کے لئے انہوں نے جس طرح صدائیں بلند کیں...... سچی بات یہ ہے کہ تمام اسلامیان پاکستان کی طرف سے انہوں نے ان مدارس کی صحیح ترجمانی کا حق ادا کیا بزرگوں کی جو اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق اور توجہ و دعاؤں کے بغیر ممکن نہیں...... آج سے چند سال قبل اس ناکارہ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا:

> ''اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچائے وفاق المدارس اس وقت اہل حق کا ایک ایسا قابل رشک ادارہ ہے جس میں مخالفین اور حاسدین کی بڑی کوششوں کے باوجود اب تک کوئی دراڑ نہیں پڑ سکی، گیارہ ستمبر کے بعد ''پلٹا کلچر'' نے ہماری دیرینہ اور آبرومندانہ قومی پالیسی کی جو تعمیر ڈھائی اس کے ملبے میں بڑے مضبوط نظریات کے حامل ادارے اور جماعتیں دب کر رہ گئیں، بڑے بڑوں نے اپنی پالیسیاں بدلیں...... مجاہدین کے ساتھ چند لمحوں کی رفاقت کو زندگی کا مایہ سمجھنے والے ان کے نام لینے سے بھی کترانے لگے، دلیس غزنوی کے بدلتے تیور ہواؤں نے کالے عمامے اڑائے اور عزیمتوں کی تاریخ مرتب کرنے والے رخصتوں کے قصر میں نشیمن بنانے لگے...... خوف و ہیبت کی اس فضا میں ہر حساس مسلمان کو دینی مدارس کی فکر تھی اور کہا جا رہا تھا کہ سقوط طالبان کے بعد ''سقوط مدارس'' کا مرحلہ دشمنوں کی منزل ہے، مدارس کا نصاب، نظام اثر و رسوخ ہر پہلو حملوں کی زد میں آیا...... لیکن الحمدللہ ''وفاق المدارس'' نے اس تندی باد مخالف میں چراغ جلائے رکھا۔ اس کا بڑا ظاہری سبب یہ تھا کہ وفاق کی قیادت ایک ایسے اللہ والے بزرگ کے ہاتھ میں ہے جو نصف شب سے طلوع سحر تک اپنے رب کی بارگاہ میں گڑگڑاتے اور ان اداروں کی بقاء اور ترقی کے لئے دعائیں کرتے ہیں، جو علانیہ اور خفیہ پیشکشوں کو ایک لمحہ توقف کئے بغیر ٹھکرا دیتے ہیں جنہیں مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی روشن شخصیات سے براہ راست استفادے کا موقع ملا، قیادت کے قحط الرجال کے اس دور میں یہ

اسلامیان پاکستان کی خوش قسمتی ہے کہ یہاں کے دینی مدارس کو ایک مخلصانہ اور مدبرانہ قیادت میسر ہے......وفاق المدارس العربیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری ہیں، مولانا بڑی صلاحیتوں کے مالک ہیں، گفتگو کے فن پر انہیں عبور ہے اور دلائل کے زور سے وہ اپنی بات سامعین سے منوا لینے کا گر جانتے ہیں۔ میں نے کئی تقریبات میں دینی مدارس کا موثر دفاع کرتے ہوئے انہیں سنا، وہ دینی مدارس کا مقدمہ ایک ماہر اور کامیاب وکیل کی طرح سامنے لاتے ہیں اور فریق مخالف تک کو اپنی سوچ کے زاویے بدلنے پر مجبور کر دیتے ہیں......گزشتہ سال کراچی کے ایوان صنعت وتجارت میں ''مدرسہ ایجوکیشن'' کے موضوع پر ایک سیمینار تھا، مقررین میں اکثر انگریزی میں تقریریں کررہے تھے، ماحول وہی تھا جو اس طرح کے ایوانوں کا ہوتا ہے مجھے خدشہ تھا کہ ''پڑھے لکھے'' لوگوں کے اس طبقے میں شاید مولانا صاحب کی تقریر جچے گی نہیں لیکن جب انہوں نے بولنا شروع کیا تو پورے ایوان پر چھا گئے اور ہال تالیوں سے گونج اٹھا، منتظمین کا کہنا تھا کہ ان کی تقریر سیمینار کی موثر ترین تقریر تھی جو سب سے زیادہ دلچسپی سے سنی گئی۔

☆......☆......☆

مدرسہ کیا ہے؟:

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے مدرسہ کا جو تعارف اپنے مخصوص جاذب مفکرانہ اسلوب میں کیا ہے، مدرسہ کا شاید اس سے خوبصورت تعارف نہیں کیا جاسکتا، وہ لکھتے ہیں:

''میں مدرسہ کو ہر ادارہ سے بڑھ کر مستحکم، طاقت ور، زندگی کی صلاحیت رکھنے والا اور حرکت ونمو سے لبریز سمجھتا ہوں۔ اس کا ایک سرا نبوت محمدی سے ملا ہوا ہے دوسرا اس زندگی سے، وہ نبوت محمدی کے چشمہ حیواں سے پانی لیتا ہے اور زندگی کی ان کشت زاروں میں ڈالتا ہے، وہ اپنا کام چھوڑ دے تو زندگی کے کھیت سوکھ جائیں اور انسانیت مرجھانے لگے۔ نہ نبوت محمدی کا دریا پایاب ہونے والا ہے، نہ انسانیت کی پیاس بجھنے والی ہے، نہ نبوت محمدی کے چشمہ فیض سے بخل اور انکار ہے نہ انسانیت کے کاسہ گدائی کی طرف سے استغناء کا اظہار، اُدھر سے انما انا قاسم والله یعطی کی صدائے مکرر ہے تو ادھر سے هل من مزید کی فغانِ مسلسل۔

مدرسے سے بڑھ کر دنیا میں کون سا زندہ متحرک اور مصروف ادارہ ہوسکتا ہے، زندگی کے مسائل بے شمار، زندگی کے تغیرات بے شمار، زندگی کی ضرورتیں بے شمار، زندگی کی لغزشیں بے شمار، زندگی کے فریب بے شمار، زندگی کے رہزن بے شمار، زندگی کی تمنائیں بے شمار، زندگی کے حوصلے بے شمار......مدرسہ نے جب زندگی کی رہنمائی اور دستگیری کا ذمہ لیا تو اسے اب فرصت کہاں؟ دنیا میں ہر ادارہ ہر مرکز ہر فرد کو راحت

اور فراغت کا حق ہے، اس کو اپنے کام سے چھٹی مل سکتی ہے، مگر مدرسہ کو چھٹی نہیں، دنیا میں ہر مسافر کے لئے آرام ہے لیکن اس مسافر کے لئے راحت حرام ہے۔"

☆......☆......☆

مدرسہ......آنکھ کا کانٹا:

"دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ کی کامیابی ان دینی اداروں کے خاتمہ کے بغیر ممکن نہیں، دیگر جاری کارروائیوں سے پانچ دس برس کے لئے وقتی اطمینان ہوسکتا ہے، لیکن اس کے بعد پھر نئی دہشت گرد جماعتیں ظاہر ہوں گی، اس لئے دہشت گردی کے ہمیشہ کے لئے خاتمہ کی ابتدا تعلیم کے ابتدائی مراحل کے نصاب تعلیم کی ترمیم وتبدیلی سے ہونا چاہئے، فی الوقت اہم ترین بات نصاب ہائے تعلیم کے ان اجزاء کو بدلنا ہے جو یہود اور مغربی دنیا سے نفرت پر ابھارتے ہیں اور جن میں موجود مواد دہشت گردی کے عملی اقدام پر اکساتا ہے۔"

یہ بیان امریکی وزیر دفاع رمسفیلڈ کی اُس خفیہ یادداشت سے لیا گیا ہے جو اس نے اپنے معاون افسروں کے نام لکھی ہے، اس کے ساتھ ہی امریکی نائب وزیر دفاع کی تقریر کا یہ اقتباس بھی ملاحظہ ہو:

"اسلامی دینی مدارس لاکھوں مسلم بچوں کو انتہا پسندانہ دینی تعلیم پر ابھارتے اور دہشت گردی سکھاتے ہیں، اس لئے ان کی سرگرمیوں پر روک لگانے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ان کے مالی بجٹ کی حد مقرر کی جائے لیکن اس سے بہتر ذریعہ یہ ہوگا کہ مقامی طور پر ان مدارس کے مخالف افراد، رجحانات اور اداروں کو تقویت اور مدد پہنچائی جائے تاکہ وہ انتہا پسندی کے سرچشموں کا مقابلہ کرسکیں۔"

دوسری طرف امریکی کانگریس اپریل ۲۰۰۳ء میں ایک سیمینار منعقد کرچکی ہے، جس میں اس نے اسلامی دینی تعلیم کو دہشت گردی کی جاری لہروں میں سے ایک بڑی لہر مانا ہے اور اس کے تمام چشموں کو سکھانے کے وسائل پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی ہے۔ بعض عرب ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں کے مطابق "امریکہ نے عرب ممالک پر اپنا دباؤ بڑھانے کے لئے وہاں کے تعلیمی نصابوں کی تبدیلی اور امریکی مطالبات کی تنفید کی نگرانی کے لئے امریکی ماہرین کے کئی گروہ بھیجے، جو اگرچہ اپنے آپ کو کانگریس کیممبر یا یونی ورسٹی کے اساتذہ بتلاتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ امریکن جاسوسی اور تحقیقاتی محکموں، سی آئی اے یا ایف بی آئی کے عہدیدار ہوتے ہیں جو دینی تعلیم کے خلاف مہم کی تنفیذ کی پیش رفت اور اس کو زیادہ فعال بنانے کے لئے نئے اقدامات کی نگرانی کرنے اور مشورے دینے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔

عالم اسلام میں اسلامی تعلیم کے شفاف سرچشموں کو آلودہ کرنا اور اس کی ان جاری سوتوں کو خشک کرنا امریکی جنگی حکمت عملی کا وہ وار ہے، جس کا ذکر درج بالا اقتباسات میں کردیا گیا۔ برصغیر میں تو آزاد دینی مدارس کا ایک ایسا جال بچھا

ہے جسے ختم کرنے کے لئے مدتوں سے اسلام دشمن قوتیں منصوبے بنارہی ہیں، لیکن اب تک بحمداللہ انہیں کامیابی نہیں مل سکی، عالم عرب میں برصغیر کے دینی مدارس کی طرح ٹھیٹھ دینی ادارے پہلے ہی سے نہیں ہیں، البتہ وہاں سرکاری تعلیمی اداروں میں اسلامی تعلیم وتربیت کے جو تھوڑے بہت شعبے ہیں انہیں ختم کرنے اوران کے نصاب سے یکسر لیکن تدریجاً دینی مواد ہٹانے کے لئے یہ قوتیں سرگرم ہیں۔

عالم عرب کے اسلامی تعلیم ونصاب پر حملے:

مصر میں جامعہ ازہر کے اسلامی تشخص اور اسلامی علوم کے لئے اس کی نشرواشاعت کے شاندار ماضی سے کون ناواقف ہے، جامعہ ازہر صرف مصر ہی نہیں، پورے عالم اسلام کو ایک دور میں اسلامی علوم کے ماہرین مہیا کرتی رہی ہے اور اس کی ان خدمات کا دائرہ برسوں نہیں بلکہ صدیوں پر محیط ہے۔ لیکن ایک منظم سازش کے تحت عالم اسلام کے اس بے نظیر ادارے کا بطورِ خاص گزشتہ چند عشروں سے جو حشر کیا گیا ہے، اس سے شاید بہت سے لوگ واقف نہیں ہوں گے، اس کے بجٹ میں تخفیف کرکے، نئی ضروری عمارتوں کی تعمیر اور قدیم خستہ عمارتوں کی مرمت موقوف کردی گئی، دینی تعلیم کو بالکل برائے نام کردیا گیا، ہفتہ واری بیس گھنٹوں میں کمی کرکے صرف چار گھنٹے تفسیر وحدیث، فقہ وعقائد کے لئے رکھے گئے، نصاب تعلیم سے جہاد اور یہود سے متعلق تمام مواد نکال دیا گیا۔ ’’شیخ الازہر‘‘ کے عظیم منصب پر ڈاکٹر سید طنطاوی جیسے مغرب پرست شخص کو بٹھایا گیا، جس نے بیک جنبش قلم ایک قرارداد کے ذریعے ملک بھر میں پھیلے ہوئے حفظ قرآن کے چھ ہزار مکاتب کی انفرادی اور خود مختار حیثیت ختم کرکے انہیں ’’ازہری معاہد‘‘ میں ضم کردیا...... وہ ازہر جہاں سے اسلامی علم کے چشمے ایک دنیا کو سیراب کررہے تھے، اب سیکولر دانشوروں کے نرغے میں اپنی تابناک روایات سے محروم ہوچکا ہے!! قاہرہ میں امریکی سفیر نے کہا کہ ’’ان تعلیمی تبدیلیوں میں واشنگٹن براہ راست مداخلت نہیں کررہا، ہم صرف مشورہ اور امداد فراہم کرنے پر اکتفا کررہے ہیں۔‘‘ جہاں کسی قوم میں میر جعفر وصادق قدم قدم پر دستیاب ہوں، وہاں دشمن کو عملی مداخلت کی آخر کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟...... تونس کی وزارتِ تعلیم ہمیشہ کمیونسٹوں کے ہاتھ میں رہی، انہوں نے دینی تعلیم کی مشہور درس گاہ ’’زیتونہ یونیورسٹی‘‘ سے اس کے اسلامی تشخص وامتیاز کا خاتمہ کرکے فرانسیسی اور امریکی مدد کے زور پر بے دینی کو معاشرے میں اس قدر عام کردیا کہ وہاں اسلامی اور عربی تہذیب کی بجائے تعلیم وتمدن کے میدان میں فرانسیسی اور امریکی جھنڈے لہرارہے ہیں، دیکھنے سے پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ ان جانباز عربوں کا ملک ہے جنہوں نے ایک دور میں اقوام عالم کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کی شاندار تہذیب سے آشنا کیا تھا۔

یمن کے اندر دینی مکاتب اور خود مختار آزاد دینی مدارس کا بڑا مفید سلسلہ جاری تھا، چند سال قبل خود مختار تمام دینی مدارس کو یا تو بند کردیا گیا اور یا پھر انہیں وزارت تعلیم کے تحت کردیا گیا، تاکہ اس کے نصاب میں ترمیم وتبدیلی کرتے ہوئے کٹھ پتلی امریکہ نواز حکومت کو کوئی دقت پیش نہ آئے اور اس کے بعد پارلیمانی کابینہ نے ان تمام قرآنی اور دینی

مکاتب کو بند کرنے کے لئے ایک قرارداد منظور کرائی، جو نئے جاری کردہ قانونِ تعلیم پر پورا نہیں اترتے، یمنی صدر علی عبداللہ صالح نے اپنی بے بسی اور مجبوری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''اگر آزاد دینی معاہد کو حکومت کے قبضہ میں نہ لیا جاتا تو ان کے ملک کا بھی افغانستان اور عراق جیسا حشر ہوتا۔''

آزاد دینی مدارس......قربانیوں کی لازوال تاریخ:

پاکستان کا معاملہ قدرے مختلف ہے، یہاں آزاد دینی مدارس کے پس منظر میں علماء کی قربانیوں کی لازوال تاریخ دمک رہی ہے، یہ ملک نظریاتی بنیاد پر وجود میں آیا اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لئے علماء کی محنتوں، قربانیوں اور شہادتوں کی لہو رنگ فصیل ابھی زمانے کی دھند میں دھندلائی نہیں، اس لئے اس مورچہ پر قبضہ کرنا اس قدر آسان نہیں، یہاں بڑے بڑوں نے زور آزمائی کی اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے......

جنرل ایوب خان نے اپنے عہد اقتدار میں یہی سوال اٹھایا تھا کہ تیونس، مراکش، مصر اور شام وغیرہ عرب ملکوں میں علماء حکومت کے خلاف دم نہیں مار سکتے، ایک پاکستان ایسا ملک ہے کہ جہاں کراچی سے پشاور تک علماء صدائے احتجاج بلند کر کے ملک میں ہلچل مچا دیتے ہیں۔ مصری نسخے کو سمجھنے کے لئے انہوں نے باقاعدہ اسلامیہ کالج پشاور کے ڈین نور الحق صاحب کو مصر بھیجا، انہوں نے آکر رپورٹ دی کہ وہاں مساجد اور مدارس کی اکثریت سرکاری تحویل میں ہے اور ائمہ اور اساتذہ محکمہ اوقاف کے ملازمین ہیں، اس لئے ان کی زبانیں بند رہتی ہیں، جنرل ایوب نے جب یہاں اس نسخے کے آزمانے کا ارادہ کیا، تو ڈین صاحب اور دوسرے لوگوں نے انہیں روک دیا اور کہا کہ مصر اور پاکستان کے حالات مختلف ہیں، سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اگر مدارس حکومت کی تحویل میں لے لئے جائیں تو یہ علماء مسجدوں کی چٹائیوں پر بیٹھ کر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیں گے اور عوام ان سے رسید طلب کئے بغیر ان کو چندہ بھی دیں گے، یوں پھر سے نئے آزاد مدارس وجود میں آجائیں گے اور سرکاری مدارس میں پڑھنے کوئی نہیں آئے گا۔

جنرل ایوب نے نصاب کی تبدیلی کے لئے ڈین صاحب کو مقرر کیا، وہ بڑے طمطراق کے ساتھ کراچی آئے، حیدرآباد یونیورسٹی کے داؤد پوتا بھی ان کے ہمراہ تھے، یہاں مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب سے ملے، انہیں نصاب تعلیم میں ترمیم کا مشورہ دیا، حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ نے ان کی پوری تقریر سن کر فرمایا: ''مدارس عربیہ کا نصاب بنانے میں آپ جیسے سرکاری ملازمین کی کیا حیثیت ہے؟ یہ نصاب جید علماء ہی بنا سکتے ہیں اور وہی بنائیں گے''......ڈین صاحب نے پوچھا، وہ علماء کون ہوں گے، آپ نے فرمایا: ''یہ کام یوسف بنوری اور مفتی محمد شفیع صاحب کا ہے، آپ کا نہیں۔''

جنرل ضیاء مرحوم نے اپنے زمانہ اقتدار میں دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے اور ان کے نصاب میں تبدیلی کے لئے بڑی کوششیں کیں، لیکن دینی مدارس کی سب سے بڑی اور سب سے منظم تنظیم ''وفاق المدارس'' نے ان کوششوں کو بار

آ ور نہیں ہونے دیا۔۱۹۷۹ء کو جنرل ضیاء کی سرکار نے ''قومی کمیٹی برائے دینی مدارس'' تشکیل دی، جس کی سفارشات کی روشنی میں وزارت تعلیم نے ایک منصوبہ تیار کیا، اس مجوزہ منصوبہ پر ''وفاق المدارس'' کی مجلس عاملہ نے ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ، ۲۱ فروری ۱۹۸۱ء کو راولپنڈی میں اپنے منعقدہ اجلاس میں غور کیا، اس وقت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب (بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) وفاق المدارس کے سرپرست، مولانا محمد ادریس میرٹھی صدر اور شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خاں صاحب ناظم اعلیٰ تھے، انہوں نے ایک قرارداد میں مجوزہ منصوبہ رد کرتے ہوئے حکومت کو لکھا:

''یہ سب منصوبے دیکھ کر ہمارے اس یقین میں اور پختگی آ گئی ہے کہ حکومت کے ایسے آئے دن بدلتی ہوئی تجاویز، اضافوں اور ترمیمات سے مدارس عربیہ کا اصل مقصد اشاعت دین، تحفظِ قرآن و سنت، علوم دینیہ، مخلص اہل حق علماء کی تیاری باقی رکھ سکیں گے، نہ مدارس عربیہ آئے دن کے بدلتی ہوئی حکومتوں اور افسروں کے بدلتے ہوئے رجحانات اور مختلف نظریات کے ساتھ اپنی خود مختاری باقی رکھ سکیں گے، اس لئے نہ صرف یہ کہ آج کے اس اہم اجلاس میں وفاق المدارس اور مسلک دیوبند کے اکابر وزارت تعلیم کے اس مجوزہ خاکہ کو مسترد کرتے ہیں، بلکہ دینی تعلیم کی اشاعت میں سرگرم دیگر مکاتب فکر کے ارباب مدارس سے بھی توقع کرتے ہیں کہ وہ اس مجوزہ اصلاحات سے قطعی لاتعلقی کا اعلان کر کے دینی تعلیم کی حفاظت کا آزمودہ مروج طریقہ کار برقرار رکھیں گے، ان شاء اللہ اسی میں دین، علماء، مدارس دینیہ اور ملک وملت کی فلاح ہوگی۔''

اکتوبر ۱۹۹۹ء سے صدر پرویز مشرف صاحب کا دور حکومت شروع ہوتا ہے۔ ۱۸ اگست ۲۰۰۱ء کو انہوں نے بائیس دفعات پر مشتمل ''ماڈل دینی مدارس آرڈی نینس'' جاری کیا تو مختلف مکاتب فکر کے دینی مدارس کی مشترکہ تنظیم ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ'' نے ۲۷ اگست ۲۰۰۱ء کو جامعہ اشرفیہ لاہور میں اپنے منعقدہ اجلاس میں اسے مسترد کر دیا اور اپنے متفقہ فیصلے سے حکومت کو آگاہ کرتے ہوئے لکھا کہ ''ہم دینی مدارس اور جامعات کی آزادی اور خود مختاری کا ہر قیمت پر تحفظ کریں گے، چاہے وہ مالی خود مختاری ہو یا نظام تعلیم کی، نصاب مدارس ہو یا انتظام مدارس دینیہ، ان میں سے کسی بھی قسم کی دخل اندازی چاہے وہ براہ راست ہو یا بالواسطہ، ہم اسے مسترد کرتے ہیں۔'' اس کے تقریباً ایک سال بعد ۱۹ جون ۲۰۰۲ء کو وفاقی کابینہ نے ۲۹ دفعات پر مشتمل مدرسہ ''رجسٹریشن اور ریگولیشن آرڈی نینس'' کی منظوری دی، اس آرڈی نینس کا نا قابل قبول پہلو یہ تھا کہ اس میں ملک کے تمام دینی مدارس کو پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ یعنی ماڈل دینی مدارس بورڈ کے تحت بنا کر ان کی آزادی اور خود مختاری کا بالکلیہ خاتمہ کر دیا گیا، وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور دوسرے مکاتب فکر کی تنظیماتِ مدارس نے اسے بھی یکسر مسترد کر دیا، چنانچہ ۱۸ جولائی ۲۰۰۲ء کو لاہور میں شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خاں صاحب کی زیر صدارت ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ'' کا اجلاس ہوا، پانچویں تنظیمات کی مجلس عاملہ کی قراردادیں پڑھ کر سنائی گئیں، جن میں تمام تنظیمات کی مجلس عاملہ نے مجوزہ دینی مدارس رجسٹریشن کو کلی طور پر مسترد کر دیا تھا۔ اتحاد تنظیمات نے اپنے متفقہ

موقف سے آگاہ کرتے ہوئے، حکومت کے نام ایک خط بھی لکھا، جس میں مجوزہ آرڈی نینس پر شق وار جامع تبصرہ تھا اور ان عواقب کی نشان دہی کی گئی تھی، جن کا اس آرڈی نینس کے ممکنہ نفاذ کی صورت میں دینی مدارس کو سامنا کرنا پڑتا۔

ماڈل دینی مدارس بورڈ درحقیقت آزاد دینی مدارس کو سرکاری شکنجے میں کسنے کا ایک منصوبہ تھا جو الحمدللہ ناکام ہو کر قصہ پارینہ بن گیا...... اس کے بعد براہ راست مدارس کو حملوں کا نشانہ بنانے کا سلسلہ شروع ہوا، لال مسجد کا المناک واقعہ پیش آیا، وزیرستان، سوات اور ملک کے دیگر مختلف اضلاع کے مدارس چھاپوں اور حملوں کی زد میں آتے رہے...... اس سلسلے میں وفاق المدارس نے کیا کردار ادا کیا؟ حکومت اور صاحب اقتدار طبقے کے ساتھ ان کے مذاکرات کے نکات اور نتائج کیا رہے؟ دینی مدارس کو نام نہاد دہشت گردی میں ملوث قرار دینے کی حقیقت کیا ہے؟ امن وامان کے داعی اسلامی تعلیم و تربیت کے ان مراکز کو دہشت گردی کے ساتھ کیوں نتھی کیا جا رہا ہے؟ اور یہ پروپیگنڈہ کون لوگ کر رہے ہیں؟ ان کے کیا مقاصد ہیں؟ مدارس کا نظام تعلیم و تربیت کیسا ہے؟ اس کے کیا فوائد اور برکات ہیں؟...... یہ اور اس طرح کے دیگر سوالات کا تفصیلی جواب، آپ کو حضرت ناظم اعلیٰ وفاق المدارس کی اس کتاب میں ملے گا...... لیکن اس سے پہلے ان کی زندگی اور سوانحِ حیات پر ایک مختصر نظر!......

صاحب کتاب کی کہانی خود ان کی زبانی:

ناظم اعلیٰ وفاق حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب نے مختلف انٹرویوں میں اپنی زندگی، خاندان اور سوانح حیات پر روشنی ڈالی ہے، آیئے کتاب پڑھنے سے پہلے صاحبِ کتاب کی کہانی خود ان کی زبانی پڑھتے ہیں، وہ کہتے ہیں:

> ”میرا تعلق بحمداللہ ایک علمی خاندان سے ہے، میرے جد امجد، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ صاحب برصغیر کے اجل علماء میں سے تھے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اجل خلیفہ اور دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے، آپ استاذ العلماء تھے، آپ کا درس انتہائی مقبول اور عام فہم تھا جو ”خیر الکلام ماقل و دل“ کا حقیقی مصداق تھا، میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد شریف جالندھری صاحب دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید تھے...... ہمارے ددھیال ونھیال ضلع بہاولنگر چشتیاں کے قریب چک نمبر ۴۴ کے رہائشی تھے، دینی وعلمی خدمات کے لئے حضرت جد امجد رحمہ اللہ تعالیٰ جالندھر چلے گئے اور وہاں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں خیر المدارس کے نام سے ایک معیاری درسگاہ قائم فرمائی...... تقسیم ہند کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ اور حضرت جد امجد اللہ کا مشترکہ پروگرام طے ہوا کہ لاہور میں ایک دینی ادارہ کی داغ بیل ڈالی جائے، اسی اثناء میں فیصل آباد سے میرے جد امجد کے لئے شدید اصرار ہوا کہ یہاں دینی کام کی ترویج وترقی کی انتہائی ضرورت ہے، چنانچہ حضرت جد امجد رحمہ اللہ فیصل آباد تشریف لائے...... مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ تعالیٰ

فیصل آباد تشریف لائے اور میرے جد امجد رحمہ اللہ کو قائل کیا کہ یہاں کی بہ نسبت ملتان میں شرک و بدعت کے زور کی وجہ سے دینی تعلیم کے احیا اور فروغ کی انتہائی ضرورت ہے، آپ مولانا جالندھری رحمہ اللہ کی ترغیب اور وہاں دینی کام کی ضرورت کے احساس دلانے کی وجہ سے ملتان تشریف لے آئے، یوں ہمارا علمی خاندان چشتیاں سے جالندھر، جالندھر سے لاہور، فیصل آباد سے ہوتا ہوا ملتان آ پہنچا۔

میری پیدائش ۸/نومبر ۱۹۶۱ء کو ملتان میں ہوئی، میری ابتدائی تعلیم کا آغاز خاندانی معمول کے مطابق حفظ قرآن مجید سے ہوا، اس وقت میری عمر پانچ، چھ سال کے لگ بھگ تھی، میرے حفظ کے استاد قاری محبوب احمد صاحب ہیں جو اب بھی جامعہ خیر المدارس ملتان کے شعبہ تحفیظ القرآن کے استاذ ہیں...... قدرت کا اپنا نرالا تکوینی نظام ہے، میری عمر سات سال کے لگ بھگ ہی تھی کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد حضرت جد امجد رحمہ اللہ کی شفقتوں میں انتہائی اضافہ ہوگیا، لیکن قدرت کے نظام نے والدہ صاحبہ کے بعد جلد ہی نو سال کی عمر میں ۱۹۷۰ء کو دادا جان کا سایہ اٹھالیا، جو انتہائی کڑی و سخت آزمائش تھی۔

حفظ کے بعد استاد القراء، زینت القراء حضرت قاری رحیم بخش صاحب پانی پتیؒ کے ہاں دو سال میں گردان مکمل کی، حضرت کی زندگی قرآن ہی کے لئے وقف تھی، وقت کے انتہائی پابند تھے، روحانی رعب بہت زیادہ تھا، اسی لئے آپ سے وحشت نہ تھی، صرف رعب تھا، جو تقویٰ کی وجہ سے اہل اللہ کو حاصل ہوتا ہے...... گردان سے فراغت کے بعد فارسی اور اولیٰ کے سال جامعہ ہی میں پڑھے، والد صاحب رحمہ اللہ کی اجازت و مشورہ سے ثانیہ کے لئے اشاعت العلوم چشتیاں بہاولنگر چلا گیا، وہاں حضرت جد امجد رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ مہتمم تھے، قاری اہل اللہ صاحب ابن حضرت قاری رحیم بخش صاحبؒ بھی میرے ہمراہ چشتیاں گئے تھے، اصل وہاں جانے کے بنیادی محرک ہی یہی تھے، وہاں ایک سال میں کئی تجربات و فوائد حاصل ہوئے، طالب علمی کی زندگی میں وہ سال انتہائی اہم رہا...... ثالثہ والے سال جامعہ خیر المدارس ملتان واپسی ہوگئی، ثالثہ سے دورہ حدیث تک جامعہ ہی میں تعلیم حاصل کی۔ میرے کتب کے اساتذہ کرام میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ، حضرت مولانا علامہ مولانا محمد شریف کشمیری رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبدالمجید صاحب ساہیوال والے حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحبؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم ہیں۔

بندہ نے شعبان ۱۴۰۱ھ بمطابق ۱۹۸۱ء میں دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی، ساتھ ہی مدینہ یونیورسٹی جانے کے لئے پروگرام بنا اور اس کے لئے کوششیں بھی شروع کردیں، اسی سال رمضان المبارک میں والد صاحب کی درخواست حج منظور ہوگئی...... میں نے شوال ۱۴۰۱ھ میں درجہ تکمیل پڑھنا شروع کیا، جس میں حمد اللہ، صدرا، ملاحسن اور میبذی وغیرہ کتب شامل تھیں۔ حضرت مولانا علامہ محمد شریف

کشمیری رحمہ اللہ جامع المعقول والمنقول تھے، شعبہ تکمیل کے سربراہ تھے، ان سے استفادہ کے لئے طلبہ دور سے کشاں کشاں آتے تھے...... میرے لئے حضرت نے یہ تجویز فرمایا کہ ابھی تکمیل کا سال پڑھو، بعد میں دیکھا جائے گا، میرے لئے حضرت کی خصوصی شفقت کی وجہ سے ایک یہ شرط بھی عائد تھی کہ فرمایا: ......"ملاحسن" جب میں نے اپنے استاذ صاحب سے پڑھی تھی تو سبق زبانی سناتا تھا، اب آپ سے بھی ایسا ہی معاملہ ہوگا، چنانچہ میں بھی اسی طرح سناتا رہا، آخری سبق پر مکمل کتاب زبانی سنائی۔

تکمیل کے سال کے آغاز ہی میں ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ کو مکہ مکرمہ میں والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔ میرے لئے قیامت کی گھڑیاں تھیں، والدہ صاحبہ، دادا جان کی رفاقت کے بعد والد صاحب کے اچانک انتقال سے طبیعت پر غیر معمولی اثر ہوا، لیکن حضرات اساتذہ اکابر کی شفقت ومحبت نے اس خلا کو پر کئے رکھا...... والد صاحب کی وفات کے چند روز بعد جامعہ خیر المدارس ملتان ہی میں تعزیتی جلسہ ہوا، صدارت حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز حاجی محمد شریف صاحبؒ فرما رہے تھے۔ بڑے بڑے اکابر تشریف لائے، پہلی دفعہ اس جلسہ میں مجھے تقریر کا موقع ملا، میں نے اپنے درد وغم کا اظہار کیا، عوام وخواص سب نے میری گفتگو کو انتہائی محبت وتوجہ سے سماعت فرمایا اور دادِ تحسین بخشی...... ۲۳ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۲/اکتوبر ۱۹۸۱ء کو جامعہ ہی میں مہتمم کے انتخاب کے لئے مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا، ملک بھر سے جید علماء کرام تشریف لائے، جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱)...... حضرت مولانا حاجی محمد شریف صاحبؒ (۲)...... حضرت مولانا محمد شریف صاحب کشمیریؒ (۳) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب (مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور) (۴)...... حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب (ملتان) (۵)...... حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحبؒ (ملتان) (۶)...... حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحبؒ (۷)...... حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب (۸)...... حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذیؒ (۹)...... ڈاکٹر عبدالمجید صاحب (ملتان) (۱۰)...... صوفی بشیر محمد صاحبؒ (۱۱) منشی عبدالرحمٰن صاحبؒ (۱۲)...... ملک عبدالغفور صاحب انوریؒ (۱۳)...... حاجی شمشاد علی صاحبؒ (۱۴)...... حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب (۱۵)...... مولانا محمد حنیف سلمہٗ (۱۶)...... الحاج امیر الدین صاحبؒ۔

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ نے مجلس شوریٰ کے نام ارسال کردہ خطوط میں "اہتمام" کے لئے احقر کا نام تجویز فرمایا...... اہتمام کے لئے میرا نام متفقہ طور پر پیش ہوا، حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تعزیتی جلسہ میں اس کی تقریر سُن کر میں نے اسی روز فیصلہ کرلیا تھا کہ انہیں مہتمم بنانا ہے۔ بہرحال اکابر نے باتفاق رائے مجھے مہتمم بنانے کا فیصلہ کیا...... یہ چیز میرے وہم وگمان سے بھی بلند وبالا تھی، تھوڑی دیر بعد مجلس میں مجھے بلایا گیا، تمام اکابر مجھے دیکھ کر کھڑے ہوگئے، میری آنکھوں سے آنسو رواں تھے، اکابر نے فرمایا: آپ کے لئے جامعہ کے مہتمم

ہونے کا فیصلہ ہوگیا ہے، لہٰذا اجلاس کی بقیہ کارروائی آپ کی صدارت میں ہوگی۔ یہ اصاغر نوازی اور ناچیز پر اعتماد کی نایاب مثال تھی، باقی کارروائی میں جامعہ کے دیگر معاملات طے ہوئے، حضرت اقدس حاجی محمد شریف صاحبؒ کو جو حضرت تھانویؒ کے فیض یافتہ اور بیعت کے لئے اجازت یافتہ تھے، جامعہ کا سرپرست مقرر کیا گیا۔ حضرتؒ ضعف ونقاہت کے باوجود ہفتہ میں ایک بار جامعہ میں ضرور تشریف لاتے، جامعہ کے انتظامی معاملات حضرت رحمہ اللہ کی مشاورت ہی سے طے ہوتے تھے۔

مجلس شوریٰ کے اجلاس کا فیصلہ سننے کے لئے طلبہ، اساتذہ اور قرب وجوار کے علماء و مذہبی کارکن دارالحدیث میں سراپا منتظر تھے، فیصلہ سنانے کے لئے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کو منتخب کیا گیا۔ حضرت نے اپنے بیان میں فرمایا کہ فیصلہ کے تین طریقے ہیں:......(۱)...... فیصلہ کثرت رائے سے ہو، اختلاف موجود ہو......(۲)...... فیصلہ اتفاق رائے سے ہو، لیکن پہلے اختلاف ہو، بحث وتمحیص کے بعد سب قائل ہو جائیں......(۳)...... فیصلہ تو اُردسے ہو جس میں کوئی اختلاف نہ ہو...... آج جامعہ خیر المدارس ملتان کے اہتمام کے لئے مولانا محمد حنیف جالندھری کے حق میں فیصلہ تیسرے طریقے کے مطابق ہوا ہے۔ پھر حضرت نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور محمد بن قاسمؒ کی مثالیں دیں جو نوعمری میں سپہ سالار بنے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی مثال دی جو کم عمری میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم بنے۔

حضرت مولانا علامہ محمد شریف صاحب کشمیریؒ نے بھی بیان فرمایا اور اپنے بیان میں نعرے لگوائے...... عم محترم حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نے اپنے ہاتھ میرے سر پر رکھ کر تائید فرمائی، حضرت مولانا محمد صدیق صاحب نے جو اس وقت جامعہ کے ناظم تھے، میری بھرپور تائید کا اعلان فرمایا۔ حضرت قاری رحیم بخش صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحبؒ نے بھی تائید فرمائی...... اب پہلے سال میں درجہ تکمیل کا متعلم بھی تھا۔ پھر معلم اور مہتمم بھی بن گیا۔ اسباق کی تقسیم حضرت کشمیری صاحب، حضرت مفتی عبدالستار صاحب رحمہم اللہ اور حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم فرماتے تھے۔ مجھے حضرت کشمیریؒ نے فرمایا کہ تم اب مہتمم ہو، صحیح بخاری سمیت جو سبق چاہتے ہو لے لو لیکن میری رائے اور خواہش یہ ہے کہ تم پختہ اور مضبوط عالم بنو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم تحتانی اسباق سے تدریجاً بتدریجاً فوقانی درجات کے اسباق کی طرف جاؤ، ہر فن کی کتاب کم از کم تین سال پڑھاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ آپ میرے استاد، مربی اور والد ہیں آپ جو تجویز فرمائیں اسے سرمایہ اعزاز اور ترقی کا زینہ سمجھوں گا۔ بحمدللہ اب تک یہی معمول ہے کہ میرے اسباق اساتذہ ہی تجویز کرتے ہیں۔

میری سرپرستی اور جامعہ کی ترقی کے لئے حضرت قاری رحیم بخش پانی پتیؒ، حضرت مولانا علامہ محمد شریف کشمیریؒ، حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہم اللہ اور حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم

نے بڑی دستگیری فرمائی، ان کے ذکر سے باقی حضرات کے کردار واخلاص کی نفی مقصود نہیں۔ الحمدللہ جامعہ کو اللہ نے ہر دور میں اخلاص ومحبت کے خوگر اساتذہ ومعاونین عطا فرمائے۔ ان چار حضرات کی غیر معمولی شفقت کی وجہ سے بالتخصیص نام لیا۔

وفاق المدارس سے تعلق:

فقیر ۱۹۸۱ء میں مجلس عاملہ کا رکن بنا۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا قیام ۱۹۵۷ء کو عمل میں آیا۔ اس کے پہلے صدر حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانیؒ اور ناظم اعلیٰ مولانا مفتی محمود صاحبؒ تھے، بعد میں میرے جد امجد حضرت مولانا خیر محمد جالندھری صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی صاحبؒ بالترتیب صدر الوفاق کے عہدے پر فائز رہے۔ نظماء اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی، حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ اور حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحب رحمہ اللہ بالترتیب رہے ہیں۔ بندہ ۸ جون ۱۹۸۹ء سے ۲۸ فروری ۱۹۹۸ء تک وفاق کے نائب صدر کے عہدے پر فائز رہا۔ اور پھر یکم مارچ ۱۹۹۸ء سے تاحال فقیر ناظم اعلیٰ ہے۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے موجودہ صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب دامت برکاتہم نے میری خوب تربیت کی، ہر موڑ پر میری رہنمائی فرمائی۔ حضرت جب ناظم اعلیٰ تھے تو بندہ نے ان کی رہنمائی میں وفاق کے لئے انتھک جدوجہد کی۔ پہلے امتحان سینکڑوں کی تعداد میں ہوتا تھا اور خاص درجہ بندی کا انتظام نہیں تھا۔ اب الحمدللہ لاکھوں کی تعداد میں طلبہ وطالبات باقاعدہ درجہ بندی کے اعتبار سے امتحان دیتے ہیں، حضرت کی جہد مسلسل اور مخلص قیادت نے وفاق المدارس کو استحکام بخشا اور بندہ کی کوششوں سے بحمدللہ وفاق کے کام کو دوام ملا۔ درمیان میں تیز آندھیاں اور مصیبتیں بھی آئیں لیکن پاؤں نہیں ڈگمگائے۔ ہمت وعزم جواں رکھے۔ دینی مدارس دس برسوں میں بالعموم اور نائن الیون ولندن بم دھماکوں کے بعد بالخصوص عالمی ایجنڈے پر آ گئے، دہشت گردی، قتل وغارت اور فرقہ واریت کی ہر واردات کو دینی مدارس سے نتھی کرنے کی کوشش کی گئی۔ مدارس کی رجسٹریشن، غیر ملکی طلباء کا مسئلہ، دینی مدارس کی کردار کشی، مدارس کے نظام تعلیم ونصاب کو متنازعہ بنانا جیسے مسائل کھڑے کر دیئے گئے۔ ان تمام کے لئے ہم نے سوچا کہ موجودہ دور تنہائی کا نہیں۔ دوسرے مکاتب فکر کو بھی ساتھ لے کر چلنے کی ضرورت ہے، دینی مدارس کا تحفظ جیسے وسیع تر قومی مفاد کے مسئلے پر ہم نے دیگر مکاتب فکر کے وفاقوں کا اتحاد ''اتحاد تنظیمات مدارس'' کے نام سے تشکیل دیا۔ جس سے مدارس کا موقف مضبوط ہو کر مختلف عالمی وملکی فورموں پر پیش کیا گیا۔''

☆......☆......☆

اس طرح گزشتہ تیس سال سے مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب وفاق المدارس کی قیادت سے وابستہ رہے۔ ۱۹۸۱ء سے ۱۹۸۹ء تک تقریباً آٹھ سال مجلس عاملہ کے رکن رہے، ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۸ء تک تقریباً نو سال نائب صدر رہے اور ۱۹۹۸ء سے اب تک تقریباً تیرہ سال سے ناظم اعلیٰ وفاق المدارس کی ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔

یہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر، ناظم اعلیٰ اور جلیل القدر علماء پر مشتمل اس کی مجلس عاملہ کے اخلاص، بے غرضی اور حکمت و تدبر کا ثمرہ ہے کہ دینی مدارس کی آزادانہ حیثیت وخودمختاری ختم کرنے اور ان کے نصاب میں تبدیلی و ترمیم کی کوئی سرکاری کوشش کامیاب نہیں ہوسکی اور منفی پروپیگنڈہ کے باوجود دینی مدارس کی تعداد نہ صرف دن بدن بڑھ رہی ہے بلکہ ان کی طرف طلبہ و طالبات اور قوم کا حیرت انگیز رجوع ہو رہا ہے...... اس لئے نظریاتی بنیاد پر وجود میں آنے والے اس ملک میں دشمنوں کے اہداف و مقاصد کے لئے سرگرم رہنے والے چاہے حکمران ہوں یا کوئی اور، انہیں یہ حقیقت بھولنی نہیں چاہئے کہ اس وطن کی مٹی پر جس طرح کسی جنرل، کسی کرنل، کسی ڈی ایس پی، کسی ایس ایس پی، کسی وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ، کسی گورنر اور آکسفورڈ، کیمرج کے نظام رنگ و بو سے تعلیم و تربیت پانے والے کسی "لکھے پڑھے" کا حق ہے، ٹھیک اسی طرح اس سرزمین پر پوری آزادی اور مکمل اسلامی تشخص کے ساتھ ایک عالم، ایک ملا، ایک حافظ قرآن، ایک دینی جدوجہد کے علمبردار، ایک مبلغ، ایک حقیقی اور مغرب کی اصطلاح میں ایک بنیاد پرست مسلمان کا بھی حق ہے اور اس ملک کا مفاد، اس کا تحفظ اور اس کی ترقی ان کو کسی بھی دوسرے طبقے کی بہ نسبت کم عزیز نہیں کیونکہ انہی کے اکابر کی ناقابل فراموش عزیمتوں اور قربانیوں سے یہ ملک وجود میں آیا......

میں اپنا یہ مقدمہ ناظم اعلیٰ صاحب کی اس آواز پر ختم کرتا ہوں:

> "دینی مدارس کی آزادی اور خود مختاری ہماری اولین ترجیح ہے، پاکستان اکابر علمائے حق کی قربانیوں سے ہمیں ملا ہے، یہ اسلام کا قلعہ ہے، ان شاء اللہ اسلام پاکستان کا مقدر ہے، اس میں دیر ہوسکتی ہے، اندھیر نہیں...... ہماری موجودہ پالیسی بھی یہی ہے کہ ہم ٹکراؤ اور تصادم پر یقین نہیں رکھتے، مذاکرات کے ذریعے کھلے دماغ سے ایک دوسرے کی بات چیت سنی جائے، بیرونی دباؤ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہمارے موقف کو بھی سنا جائے، دینی مدارس کا ایک ایک بچہ پاکستان کا مخلص وفادار ہے، ہم پاکستان کے چپہ چپہ کو مسجد کی طرح مقدس سمجھتے ہیں...... ہماری درس گاہیں حب الوطنی اور حب اسلام کا درس دیتی ہیں، الزامات محض الزامات ہوتے ہیں، ان کی وجہ سے حقائق نہ بدل سکتے ہیں، نہ مسخ ہوسکتے ہیں۔"

☆......☆......☆